قانون برائے احمقاں

تحریر: سہیل احمد لون

تھانہ،عدالت اور ہسپتال سے وطن عزیز میں ہر غریب اور شریف شہری پناہ مانگتا ہے۔غریب کی عزت اور جان اس کا اثاثہ ہوتی ہے جو عدالتوں اور ہسپتالوں کے چکر میں رفو چکر ہوتے پتہ بھی نہیں چلتا۔یہ بھی المیہ ہے کہ غریب کو اکثر بغیر کسی جرم کے حوالات اور جیلوں میں داخلہ بڑی آسانی اور لمبے عرصے کے لیے مل جاتا ہے مگر کسی بیمار غریب کو ہسپتال میں داخلہ ملنا محال ہوتا ہے۔جیلوں اور حوالات کا دورہ کیا جائے تو ناانصافی کی بہت سی داستانیں دیکھنے کو مل سکتی ہیں۔ہر ادارے کے اپنے اصول،ضوابط اور قوانین ہوتے ہیں جن کی پاسداری اس میں کام کرنے والوں پر فرض ہوتی ہے۔فوج کے علاوہ دیگر ادارے شاید اسی لیے تیزی سے تنزلی کا شکار ہیں کہ ان میں اصول،ضوابط اور قوانین پر عمل درآمد کرنے کا معیار ناقص ہے۔فوج کے اپنے اصول،ضوابط اور قوانین ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر فوج نظم وضبط کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے۔اگر کوئی فوجی اہلکار ان اصولوں کو توڑتا ہے تو اسے کورٹ مارشل کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔فوج میں شمولیت اختیار کرنا مشکل مگر بعد از اں اپنی مرضی بھی چھوڑنا مشکل ترین کام ہے۔پاک فوج میں شامل ہو کر ملک وقوم کی خدمت کرنے کا جذبہ بہت سے جوانوں میں ہوتا ہے ایسا ہی جذبہ لیکر عامر سلیم نے پاک فضائیہ میں بطور ایئروناٹیکل انجینئر شمولیت اختیار کی۔چند برس قبل عامر سلیم فلائٹ لیفٹیننٹ کے عہدے پر مسرور بیس کراچی کے بیس میں تعینات تھا۔وہ بغیر اطلاع دیئے برطانیہ آ گیا جہاں اس نے ایک معروف یونیورسٹی میں داخلہ لے کر الیکٹرونک کی ایک شاخ میں پی ایچ ڈی مکمل کی۔تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس نے بیوی بچوں کو بھی لندن ہی رہنے دیا اور خود رضا کارانہ طور پر مسرور بیس میں پیش ہو گیا۔وہ پاک فضائیہ میں دوبارہ اپنی خدمات پیش کرنے کا خواہاں تھا۔اس نے پی ایچ ڈی مکمل کرنے کے بیرون ملک کسی کمپنی میں ملازمت کے لیے کوشش نہ کی بلکہ پاک فضائیہ کے سامنے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔عامر سلیم نے پاک فوج کے قانون کی پاسداری نہ کی،اس کے ضوابط کا خیال نہ رکھا،اصولوں کو توڑا جس کی سزا اسے کورٹ مارشل کی صورت میں ملی۔آج وہ کراچی کی ایک جیل میں اپنی سزا کے ختم ہونے کا انتظار کر رہا ہے اس کے بیوی بچے لندن میں نیا سال اس کے ساتھ منانے کی خواہش میں دن گزار رہے ہیں۔عامر سلیم نے ائیر فورس کے قوانین کی پرواہ کیے بغیر بیرون ملک پی ایچ ڈی کر لی جس کی لیے اسے کورٹ مارشل کا سامنا کرنا پڑا۔پاک فوج میں ڈسپلن کی خلاف ورزی پر سزا دینے کا سب سے بڑا مقصد دوسروں کو پیغام دینا ہوتا ہے کہ وہ ایسا کرنی کی جرات نہ کریں۔مگر سزا تجویز کرتے ہوئے جرم کی نوعیت،مجرم کی ذہنی کیفیت،محرکات اور مجرم کے برتاؤ کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔عامر سلیم کو مالی جرمانہ کیا جا سکتا تھا،اس کو جونیئر رینک میں بھیجا جا سکتا تھا،ایک دو برس بغیر سالانہ چھٹی کے کام کروایا جا سکتا تھا،چند ماہ ایکسٹرا ڈیوٹی پر مامور کیا جا سکتا تھا۔ایسے سزا دینے کا تقاضا بھی پورا ہو جاتا اور اس کی پیشہ وارانہ صلاحیتوں سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا تھا۔فوج خود بھی اپنے آفیسرز کو اعلیٰ تعلیم اور خاص کورسز کے لیے بیرون ممالک بھیجتی ہے جس پر کافی خرچہ آتا ہے۔ پی اے ایف اکیڈیمی رسالپور میں عامر سلیم کی گریجوایشن پر پاک فضائیہ کا کافی پیسہ خرچ ہوا ہو گا۔اس کو دوبارہ ڈیوٹی پر لینے سے اس کی تعلیم و تربیت پر خرچی ہوئی رقم کا

مداوا ہو سکتا تھا۔ مگر ہمارے ہاں سزا دیتے ہوئے شاید اس نظریے کو مدنظر نہیں رکھا جاتا کہ مجرم کو معاشرے کا مفید شہری بنایا جائے۔ ایسے ہی میرا ایک کلاس فیلو خلیل احمد بھی 1991ء میں کامرہ بیس سے بغیر چھٹی کے گھر آیا کسی ایجنٹ کے ذریعے وہ بیرون ملک روانہ ہو گیا۔ 12 برس بعد جب وہ گھر آیا تو اس کے ہمسائے کی شکایت پر ایئر فورس کی پولیس اس کے گھر صبح سویرے آن پہنچی خلیل کی ماں نے ابھی اپنے بیٹے کو دو وقت کا کھانا بھی نہیں کھلایا تھا کہ خلیل کو ایم پی والے اپنے ساتھ لے گئے۔ خلیل چاہتا تو آسانی سے انہیں چکمہ دے کر اپنی چھٹیاں گزار کر واپس جا سکتا تھا۔ مگر وہ رضا کارانہ طور پر ان کے ساتھ چلا گیا۔ کامرہ بیس میں اسے پہلے سیل میں بند رکھا، پھر کورٹ مارشل ہوا اسے تین برس کی سول جیل کی سزا ہوئی۔ جسے سن کر اس کی ماں کو ہارٹ اٹیک ہوا اور اللہ کو پیاری ہو گئی۔ ان دنوں مشرف پر ایکس ایئر فورس کے کسی بندے نے حملہ کیا تھا اس لیے خلیل پر جیل میں ضرورت سے زیادہ پابندیاں عائد کیں گئیں۔ اسے فون کی سہولت سے محروم رکھا گیا جس کی وجہ سے جرمنی میں مقیم اس کی جرمن بیوی سے رابطہ نہ ہو سکا، ماں کا آخری دیدار کرنے کی اجازت بھی نہ دی گئی۔ خلیل جب رہا ہوا تو ویزا، پاسپورٹ سب کی معیاد ختم ہو چکی تھی۔ جرمن بیوی نے یہ سمجھا کہ شاید خلیل پاکستان میں شادی کر کے وہیں سیٹ ہو گیا ہے۔ چار برس مسلسل جدوجہد کے بعد خلیل دوبارہ جرمنی گیا۔ میری اس سے بات ہوئی تو اس نے کہا کہ مزدور کے بچے سے ہمارا معاشرہ ایسا ہی سلوک کرتا ہے۔ بدقسمتی سے وطن عزیز میں شریف اور غریب ہی قانون کی زد میں آتا ہے۔ طاقتور کو محفوظ کرنا ہمارے قانون اور نظام کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔ اگر ایک سپاہی یا چھوٹے رینک کا آفیسر قانون توڑے تو اس کا کورٹ مارشل ہو جاتا ہے مگر اسی فوج کے سربراہان اور جرنیل قانون ہی نہیں آئین توڑتے بھی ہیں اور اسے اپنی مرضی کے مطابق مڑورتے بھی ہیں جس پر ساری عوام کو پیٹ میں مڑور اٹھتے رہیں مگر ان کو کوئی پوچھنے کی جرات نہیں کرتا۔ جنرل نیازی کے باعث ہونے والی شرمندگی کا ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ جنرل ضیاء الحق نے آئین توڑا، شب خون مارا، قوم سے مخاطب ہو کر دنیا کے سامنے نوے دن میں الیکشن کروانے کا وعدہ کیا، نوے مہینے گزرنے پر بھی وعدہ وفا نہ کیا مگر اس کے باوجود خود کو مرد مومن کہلوانا پسند فرمایا۔ ذوالفقار علی بھٹو مقتول کے عدالتی قتل کا ذمہ دار بھی وہی تھا۔ جنرل پرویز مشرف نے بھی جرنیلی روایات برقرار رکھیں، آئین سے کھلواڑ کیا، بگٹی اور لال مسجد کے آپریشن میں ہاتھ لال کیے، کارگل کی جنگ میں ناکامی کا ذمہ دار کون؟ نواز شریف یا جنرل مشرف اس کا فیصلہ بھی شاید سپریم کورٹ ہی کرے گی۔ اصغر خان کیس کا فیصلہ سولہ برس بعد سنا دیا گیا۔ جس میں جنرل اسلم بیگ اور جنرل درانی کے نام بھی شامل ہیں۔ بریگیڈیر امتیاز نے اپنے ضمیر کا بوجھ پہلے ہی ہلکا کر لیا تھا جب انہوں نے انکشافات کیے تھے۔ کیا صرف انکشافات کرنے سے دامن کے داغ دھل جاتے ہیں؟ اسٹیبلشمنٹ کے سیاسی سیل سے عوامی پیسہ اپنی مرضی کی حکومت لانے کے لیے استعمال کیا گیا۔ جس کا براہ راست فائدہ میاں نواز شریف کو وزارت عظمی کی کرسی کی صورت میں ہوا۔ کہیں قتل ہو تو تفتیش میں سب سے پہلے اس کو شامل کیا جاتا ہے جس کو مقتول کے اگلے جہاں کوچ کرنے کا سب سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ اس طرح تو میاں نواز شریف کی شخصیت بھی مشکوک ہو گئی ہے۔ آزاد عدلیہ کے اس فیصلے پر میاں جی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے اس عدلیہ پر ان کو اعتماد ہی بہت ہے۔ ویسے تحریک انصاف کی پشت پناہی کا الزام بھی اسٹیبلشمنٹ پر لگایا جاتا ہے اگر کہیں کسی جنرل کے آشیرباد کا ثبوت الیکشن سے قبل منظر عام پر آ گیا اور سپریم کورٹ نے ایسا ہی کوئی فیصلہ سنا دیا تو کیا عمران خان آزاد عدلیہ کا احترام کریں گے؟ سویلین کے ساتھ تو عوام خود بھی الیکشن

میں ووٹ سے نبٹ لے گی مگر جرنیلوں کو کون پوچھے گا؟فوج میں کوئی اچھا کام یا ملک وقوم کے لیے بڑا کارنامہ انجام دیتے ہوئے اگر کوئی شہید ہوجائے تو اس کا جسد خاکی نہ بھی ملے تو اس کے یونیفارم کی ٹوپی کو اعزازات سے نوازا جاتا ہے۔توپوں کی سلامی میں دفن کیا جاتا ہے،نشان حیدر،ستارہ جرات،تمغہ بسالت وغیرہ سے عزت افزائی کی جاتی ہے۔اگر کوئی برے کام میں ملوث ہوکر مارا جائے تو اس کی ٹوپی کا کورٹ مارشل کرنے کا رواج بھی ہے۔وہ جرنیل جواب اس دنیا میں نہیں تاریخ میں ایسی کئی مثالیں ہیں کہ موت کے بعد بھی ٹرائل اور سزا ہوئے ہیں،جس کا مقصد ملزم کو سزا دینا نہیں تاریخ کی درستگی ہوتا ہے مگر جو حیات ہیں قانون توڑتے رہے،آئین کی دھجیاں بکھیرتے رہے اور پوری قوم پر اس کی مرضی کے بغیر مسلط ہوکر اپنی من مانی کرتے رہے ان کو کیے کی سزا کون دے گا؟اگر چھوٹا افسر یا سپاہی قانون توڑے تو اسے عبرت ناک سزا دی جائے تاکہ فوج کا ڈسپلن برقرار رہے۔قانون اور انصاف تو سب کے لیے ایک ہی ہونا چاہیے۔جس کا جتنا بڑا جرم اس کی اتنی بڑی سزا مگر بدقسمتی سے ہمارے ہاں جتنا بڑا مجرم اتنی چھوٹی سزا کا رواج ہے۔نوکری کے دوران اگر کوئی بغیر اجازت بیرون ملک چلا جائے یا بغیر اطلاع کے غیر حاضر ہوجائے تو قابو آنے کی صورت میں کورٹ مارشل ہوسکتا ہے،سول جیل میں بھیجا جاسکتا ہے تو قانون اور آئین توڑنے،اختیارات اور قوم کے پیسے کا ناجائز استعمال کرنے کی سزا کیا ہونی چاہیے؟چیف جسٹس کے بعد اب آرمی چیف بھی کوئی ایکشن لیں گے یا کوئی اور ان کو سزا دے پائے گا؟ اگر جرنیلوں اور اعلیٰ فوجی افسروں کو استثناء حاصل ہے تو عوام کو بتا دیا جائے۔انگریز برصغیر پر قابض ہوئے تو انہوں نے بھی اپنی حکمرانی کو طول دینے کے لیے کافی قانون اور اصول وضع کیے جن کا اطلاق گوروں کے علاوہ ساری رعایا پر ہوتا تھا۔گوروں کی (Rules for the fools) کی تھیوری آج بھی پاکستان میں طاقتور طبقے میں بڑے مقبول ہے۔65 برس سے عوام کو بیوقوف (Fool) بنا کر ان پر حکومت (Rule) کی جارہی ہے۔

تحریر:سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

23-10-2012.